حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہٗ خطیب شیخوپورہ

نبوّت کی حقیقت
اور اسکی عظمت

حضرات قارئین ! نبوت کی پوری حقیقت کو دریافت کرنا گو مشکل ہے مگر نبیؐ کی معرفت وحی اور معجزہ کی معرفت کیطرح واضح اور بدیہی ہے۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی اشیاء ہیں جنکی معرفت کی بداہت میں کسی کو شک نہیں۔ لیکن جب ایسی اشیاء کی حقیقت کے دریافت کرنے کی بحث آتی ہے، تو وہ نظری بن جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ نبوۃ، معجزہ اور وحی کی حقیقت کے معلوم کرنے میں صرف غیر مسلم عقلاء کو دشواری نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ خود اہل اسلام کے لئے بھی وہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ آج تک کتب کلام میں اس حقیقت کی تنقیح اور وضاحت میں مختلف اقوال مذکور ہوتے ہیں۔ نبوت اور اس کے لوازمات کی جس نے بھی عقل کے زور سے دریافت کرنے کی کوشش کی ہے، تو وہ عاجز اور درماندہ رہ گیا ہے۔ اور جس نے نبوت کی راہ سے نبوت کو دریافت کرنا چاہا ہے۔ تو اس کے لئے نبوت کی معجزہ اور وحی کی معرفت بدیہی ہے۔ اہل کتاب نے رسالت مآبؐ کو دیکھا اور اس طرح پہچان لیا۔ جیسا کہ باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے جسطرح باپ کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے میں کچھ تامل نہیں ہوتا، اسی طرح اہل کتاب کے علماء کو اور واقعات نبوت کے تاریخ آشناؤں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت نبوۃ میں کچھ بھی شک نہیں ہوا۔ ہاں جس نے دیدہ دانستہ حق کو چھپانا چاہا ہے۔ ان کا تمرد حق کے اظہار سے مانع رہا۔ اور نبوت کے انکار پر وہ اڑے رہے۔ عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا۔ میں اپنے بیٹے کی بنوت سے بہت زیادہ حضورؐ کی نبوۃ کو پہچانتا ہوں۔ اور فرمایا مجھے اپنے بیٹے کی بنوت میں شک ہو سکتا ہے کہ اسکی ماں نے خیانت کی ہو، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں مجھے قطعاً شک نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سب سے پہلے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسلام لانے کی دعوت دی اور آپ نے کسی فکر و تامل کے بغیر اسلام لانے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ تعلقات تھے اور بعثت سے پہلے بھی تجارت کے بعض سفر میں آپ کے ساتھ رہے۔ اور آپ کی نبوت کی آیات اور ملکات کو دیکھا پہچانا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پہلے سے یقین تھا۔ اور بغیر کسی بحث و نظر کے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"میں نے جس کسی پر اسلام پیش کیا ہے وہ اسلام لانے سے کچھ نہ کچھ جھجھکا ہے۔ مگر ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کے قبول کرنے میں کچھ بھی توقف نہیں کیا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو جبریل امینؑ کی پہلی آمد کے واقعات سنائے تو حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمیدہ اخلاق اور جمیلہ اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

"خدا کی قسم آپ اس امت کے نبی ہونگے۔ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں ——"

ورقہ ابن نوفل نے جب حضورؐ سے آپؐ کی تمام سرگزشت سنی تو یہ کہا :

"آپ کو بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں، جنکی حضرت مسیح نے گواہی دی ہے۔ اور حضرت موسیٰؑ کی مانند آپ نبی مرسل ہیں۔"

عرب کے امی ہزار ہا ہزار ہا کی تعداد میں آئے اور بہتوں نے آپ کے دیکھتے ہی آپ کے نبی برحق ہونے کا یقین کرلیا۔ ایسے حضرات جن کو نبیؐ کے پیغمبرانہ ملکات و اوصاف اور نبوت کی تاریخ سے کچھ بھی آشنائی تھی ان کیلئے نبیؐ کا پہچاننا بدیہی امر تھا۔ اگرچہ نبوت کی پوری حقیقت ان کے سامنے واضح نہیں تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ عناصر اربعہ اس قدر بدیہیات میں داخل ہیں کہ ان کے شناخت کرنے اور ان کے سمجھنے میں کسی غور و نظر کی ضرورت نہیں ہے چھوٹے سے بچہ کو اگر پیاس لگتی ہے تو وہ پانی مانگ لیتا ہے۔ اگرچہ وہ پانی کی حقیقت کے بیان اور تشریح سے قاصر ہے۔ اہل علم کا تواضع اور علمی افعال اور اخلاق اور علمی ظرائف وغیرہ کی شناخت سے اہل علم بدیہی طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ اگرچہ علم کی پوری حقیقت کے دریافت کرنے میں اہل عقل کو اختلاف رہا۔ انبیاء نے اس حقیقت کے پیش نظر نبوت وروحی جیسی اشیاء کی حقیقت بیان کرنے کیطرف کوئی خاص توجہ نہیں دی ہے۔ اور نہ ہماری کمزور عقلوں پر اس کا بوجھ ڈالا ہے، اور نہ ان کی شناخت پر

دین کی بنیاد کو رکھا اور نہ انکی حقیقت کی شناخت سے ہمارے ایمان کو وابستہ کیا ہے۔ ہم سے صرف اس قدر مطالبہ کیا گیا ہے کہ انبیاءؑ کے اعتماد اور باور پر جو کچھ وہ ارشاد فرماتے ہیں صحیح اور یقینی تسلیم کریں۔ اور انکی پوری قیادت اور رہنمائی میں ہمیں دنیا اور قیامت کی نجات اور بہتری یقین کر لینی چاہیئے۔ اور انبیاءؑ کے سنن کی پوری اتباع اور اطاعت کو دین کی اساس اور اسلام کا غیر متبدل دستور تسلیم کرنا چاہیئے۔

انبیاءؑ کی شناخت کا طریقہ اہل علم نے لکھا ہے، انبیاءؑ کے پہچاننے کا وہی طریقہ ہے جو دوسرے انواع انسان کے پہچاننے کا ہے۔ انبیاءؑ کے افراد بھی اسی طرح کثرت سے آتے رہے ہیں جسطرح دنیا میں علماء شعراء، اطباء وغیرہ کے افراد ہر دور میں آئے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نوع کے کچھ ایسے امتیازات اور خواص تاریخ کے صفحات میں مدون ہوتے چلے آئے ہیں جن سے بعد کی نسلوں نے ان کو کسی تکلیف کے بغیر پہچان لیا ہے۔ کہ یہ عالم ہے، طبیب ہے یا شاعر ہے۔ اور انہی امتیازات سے کسی عالم کسی طبیب اور کسی شاعر کی شناخت میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ علم اور بصیرت سے بولتا ہے۔ صراط مستقیم پر قائم ہے۔ دینی تصلب کا نمونہ ہے۔ کوئی لالچ اور کسی کا جبر اس کو مرعوب نہیں کرتا۔ خدا کی مخلوق کی سچی خیر خواہی کرتا ہے۔ کتاب اور سنت کی روشنی میں حق کو جانتا ہے اور سمجھاتا ہے۔ علم اور تفقہ کو معاش نہیں بناتا مسجد اور کالج میں اسکی تلقین اسکی تبلیغ اور اس کے وعظ کا ایک رنگ ہے۔ تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وہ عالم ہے، صحیح علم کا حامل ہے۔ علم کے مقام پر کھڑا ہے۔ علم کا حق ادا کرتا ہے، علمائے حق کا ایک فرد ہے۔ اور جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسجد اور خانقاہ میں اس کے وعظ کا رنگ اور ہوتا ہے۔ سکول اور کالج میں اسکی تقریر کا اور ڈھب ہوتا ہے۔ عوام میں اس کا لہجہ کچھ ہوتا ہے۔ اور درباروں میں اسکی زبان دوسری ہوتی ہے۔ اور معاشی کاروبار کو علم اور اسلام کے نام سے چمکایا ہے۔ تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے علم اور اسلام کو بیوپار بنایا ہے۔ اور علم اور اسلام کے نام سے اس کے ہاتھ میں ایک پھندا ہے، جس سے وہ شکار کھیلتا ہے۔ علمائے سوء کا ایک فرد ہے۔ اگرچہ یہ نتائج ہمارے فکر و نظر سے نہیں پیدا ہوتے۔ بدیہی طور پر یہ حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح اطباء اور شعراء کی شناخت انکی خصوصیات سے بآسانی ہوتی ہے۔ ہاں جن کو مذکورہ انواع کی تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے۔ ان کے لئے علماء، اطباء اور شعراء کی نوع کی شناخت بھی دشوار ہے۔ اسی طرح انبیاءؑ کا گروہ عالم کی آفرینش سے کر

حضورؐ کے زمانہ تک ہوتا چلا آیا ہے۔ ان کی ایک تاریخ حیات اور معروف مسلم سیرت ہے۔ ان کے خصوصی امتیازات معلوم ہیں۔ جن حضرات کو انکی تاریخ کا ان کی سیرت کا اور انکے خصوصی امتیازات کا صحیح علم ہے۔ ان کے لئے انبیاءؑ کی معرفت بدیہی ہے۔ کسی بحث و نظر کی محتاج نہیں۔

فارابی اور ابن سینا جیسے عقلمندوں کو نبی کی شناخت کا بدیہی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اور آج بھی نبوت کا مسئلہ الجھا ہوا ہے۔ اور اسکی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ ایسے عقلمندوں کو انبیاء کے صحیح حالات نہیں پہنچے یا انبیاءؑ کی سیرت کا بغور مطالعہ نہیں کیا۔ اور صرف اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سینا نے یہ لکھ دیا ہے کہ:

"نبوت کی تحقیق ہم نے اس وقت لکھدی جبکہ ہم کو ایک جماعت کے کچھ حالات پہنچے تو ہم نے چاہا کہ دوسری اشیاء کی طرح اس کے بھی کچھ اسباب لکھدیں"

اور پھر جو کچھ لکھا ہے اس سے نہ لکھنا بہتر تھا ۔۔۔۔۔۔

فلاسفہ نے صرف اسلامی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ فلاسفہ نے نبوت کے لفظ کو استعمال کیا ہے۔ اور اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ مگر ان کی مراد اس لفظ کے استعمال اور اس کے اعتراف سے وہ نہیں ہے جسکو اہل حق مراد لیتے ہیں۔ مسائرہ کی شرح مسامرہ میں مذکور ہے:

فلاسفہ نبوت کو ثابت کرتے اور اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ مگر اسطرح نہیں جیسا کہ اہل حق نے اس کا اقرار کیا ہے۔ بلکہ فلاسفہ نے جس طریقہ سے نبوت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ اہل حق کے طریقہ کا مخالف ہے۔ لہٰذا اس اعتراف سے وہ اپنے کفر سے باہر نہیں ہوتے۔ فلاسفہ نبوت کو کسبی سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کے اختیار اور صفت اجتبیٰ سے نبی کی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔ فلاسفہ ملائکۃ اللہ کے نزول کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا بھی انکار کیا ہے۔ کہ فرشتہ اللہ کی وحی لے کر اللہ کی نبوت اور رسالت کا منصب دیتا ہے۔ فلاسفہ اجساد کے حشر جنت اور جہنم کی خبر کا جو بدیہی طور پر انبیاءؑ سے معلوم ہوئی ہے انکار کرتے ہیں۔ اور اسی انکار سے وہ کافر ہے۔ اگرچہ اسی طرح کی نبوت کا اقرار بھی کر دیا ہے جسکی مراد اور معنی کو فلاسفہ نے اذخود مشتہر کیا ہے۔ اور اسلام کی مراد اور نبوۃ کے معنی مقصودیہ سے الگ رہے ہیں اسلام نے جس لفظ اور اصطلاح کی جو حقیقت بیان کی ہے جب تک اس حقیقت کا اعتراف نہ کیا جائے تو صرف اسلامی لفظ اور

اسلامی اصطلاح کے استعمال سے اسلام ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ابن سینا نے فارابی کی فلسفیانہ تعلیم کو نبھایا ہے۔ اور فارابی کی تقلید میں اس نے نبوّت وغیرہ الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ مگر جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ ان الفاظ کی حقیقت جو انبیاءؑ کے نزدیک ثابت تھی۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں فارابی اور ابن سینا نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، اور ثابت رکھا ہے۔ ورنہ ان الفاظ کے استعمال کر لینے سے فارابی اور ابن سینا اسلامی تعلیمات کا حامل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً شرعی اصطلاح میں صلوٰۃ اور صوم ایک مخصوص اور معلوم حقیقت کا نام ہے اور جب تک ان الفاظ کی شرعی حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو ان الفاظ کے استعمال سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ شرعی اصطلاح میں جس حقیقت کا نام صلوٰۃ اور صوم رکھا گیا تھا۔ مذکورہ الفاظ کے استعمال میں اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ عیسائی گرجاؤں میں اتوار کے دن نماز کا نام لیکر جاتے ہیں۔ ہندو روزہ کا نام سے کر روزہ رکھتے ہیں۔ مگر عیسائی اور ہندو نماز اور روزہ کی اس حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے۔ جس کا نام اسلام نے صلوٰۃ اور صوم رکھا تھا ——— ختم نبوّت اور نزول مسیح کے الفاظ امت مسلمہ میں متواتر چلے آئے ہیں۔ اور ان کے یہ معنی سمجھے گئے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی جدید نبوّت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اور تاریخ کے صفحات نے ہمیشہ اسکی تائید کی ہے۔ اور جس دور میں بھی کسی نے نبوّت کا دعوٰی کیا تو امت نے نبوّت کی کسی قسم کی تحقیق کئے بغیر اس کو کاذبین اور دجالین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ مسیلمہ اور اسود کی تاریخ نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ زمانہ کے دستور کے مطابق اگر کسی جماعت نے دعویدار نبوّت کی تصدیق بھی کی ہے۔ تو مسلمانوں کی جماعت سے تاریخ نے ہمیشہ اس کو علیحدہ شمار کیا ہے۔ اور ختم نبوّت کی حقیقت شناسوں کے فیصلوں نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ امت مسلمہ نے ختم نبوّت کے جس متواتر اور مسلسل معنی کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے خلاف کسی مفہوم کے جواز اور امکان کے لئے نبوّت یا ختم نبوّت کے مفہوم میں کسی قسم کی تاویل برداشت نہیں کی گئی ہے۔ اور ایسے متأول کو ختم نبوّت کے قطعی معنی کا منکر قرار دیا گیا ہے۔

حافظ شاطبیؒ کتاب الاعتصام میں فازازی کا واقعہ لکھتے ہیں،

"فازازی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اخبار بالمغیبات اور کرامات کے موہم امور کو اپنی نبوت کے دلائل میں پیش کرتا تھا۔ اور خاتم النبیین کے اقرار کے باوجود اسکی ایسی تاویل کرتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے آنے کے لئے موقع ممکن تھا۔ وقت کے علماء کے شیخ ابی جعفر ابن زبیر نے اس کے قتل کا فیصلہ دیا تھا ——

اسی طرح نزولِ مسیح کے لفظ کا امت مسلمہ نے یہ معنی سمجھا ہے کہ حضرت مسیحؑ اپنے اسی جسد عنصری کے ساتھ بنفسِ نفیس تشریف لانے والے ہیں۔ اور نزول مسیح کا یہ مفہوم کہ اس امت میں حضرت مسیح کا کوئی معنوی نظیر یا مشابہہ شخص پیدا ہوگا۔ خود ساختہ بنایا ہوا معنی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص یا گروہ ختم نبوت اور نزول مسیح کا لفظ استعمال کرتا ہے مگر ختم نبوۃ اور نزولِ مسیح کے ایسے معنی کا انکار کرتا ہے جس کے لئے امت مسلمہ کے تواتر نے ختم نبوت اور نزول مسیح کے لفظ کا استعمال کیا ہے۔ تو صرف ان الفاظ کے استعمال سے مسلمانوں کی جماعت میں ایسے شخص اور ایسے گروہ کا شمار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ فلاسفہ کو نبوت اور معجزات کے الفاظ کے استعمال کرنے سے مسلمانوں کے عقائد سے متفق نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

نبی اور رسول کا انتخاب | نبوت اور رسالت کسی کے اخلاص اور محبت کا صلہ یا عبادت اور ریاضت کا معاوضہ یا کسی بادشاہ اور ملکہ کی تحریک اور نیت کا خیرات نہیں ہے۔ جیسا کہ پنجاب کے متنبیٔ مرزا غلام احمد نے ستارہ قیصرہ میں لکھا ہے ؛

"اے بابرکت قیصرہ ہند! تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پہ تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ پرہیزگاری اور نیک اخلاقی اور صلحکاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کردوں۔"

اور لکھا ہے ——:

"سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا نتیجہ ہے۔"

جس کی نبوت برطانیہ کی ملکہ ہی کی برکت اور سچی ہمدردی کا نتیجہ اور نیک نیتی سے تحریک کا انجام ہے

اور صرف خدا کی صفت اجتبیٰ اور اصطفا کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔ اہل اسلام ایسی نبوت کو نبوت کا نام دینا بھی بڑا ظلم اور بے انتہا جرم سمجھتے ہیں۔ نبوت کسبی نہیں ہے۔ اس لئے رسول اور نبی خود نہیں بنتے۔ نبی اور رسول کی عبادت کو اسکی نبوت اور عبادت میں کوئی دخل اور اثر قطعاً نہیں ہے۔ نبی اللہ کی سب سے زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ مگر نبوت سے پہلے بھی اسکی عبادت اس لئے ہوتی ہے کہ اسکی پاکیزہ اور صاف زندگی ملک اور قوم کی نظر میں نمایاں کی جائے تاکہ وہ جب اپنی نبوت کا اعلان کریں تو ان کی زندگی ہی ان کی تصدیق کا بڑا اور مؤثر سبب ثابت ہو۔ تمام انبیاءؑ کی سیرت انکی نبوت کی سب سے بڑی شہادت ہوتی ہے۔ نبی اور رسول کا مفہوم اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔ کہ انبیاءؑ عام انسانوں اور حق تعالیٰ کے درمیان پیغامبری اور سفارت کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ انبیاءؑ کے واسطہ سے لوگ حق تعالیٰ کے پیغامات کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں۔ اور ان کی زندگی طیب اور پاکیزہ زندگی ہو۔ انبیاءؑ کسی شخص یا کسی قوم کی امداد یا مقصد براری کے لئے نہیں بھیجے جاتے۔ جیسا کہ پنجاب کے متنبی مرزا غلام احمد نے مذکورہ کتاب میں یہ لکھا ہے:

"سو اس نے اپنے قدیم وعدہ کے موافق آسمان سے مجھے بھیجا ہے۔ تاکہ میں حضور ملکہ معظمہ کے نیک اور بابرکت مقاصد کی اعانت میں مشغول ہوں"

بلکہ انبیاءؑ کے وظائف قوم اور ملت کی تطہیر اور تزکیہ کتاب اور سنت کی تعلیم و تفہیم اور اللہ تعالیٰ کی پیغامات رسانی ہوتے ہیں جس کسی نے کسی انسان کی مقصد براری میں اعانت اور کوشش کی ہے۔ تو ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ چاپلوس ہے۔ دولت کا بھوکا ہے۔ اور اقتدار کی عزت پر جان و ایمان سے فدا ہے۔ اور یقیناً نبوت اور رسالت کے لفظ کو اس نے دنی اور رذیل اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کیا ہے۔ اور نبوت کی واقعی حقیقت سے وہ بالکل اجنبی اور دور ہے۔ اگر کسی انسان کے کسب و انتساب میں نبوت کو حاصل کرنا ممکن ہوتا تو انبیاء کی بعثت کے لئے ایسا دور زیادہ موزوں ہوتا جس میں عبادت کرنے والوں کی کثرت اور عبادت کی زیادتی ہوتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس قدر عباد کی کثرت اور عبادت کی زیادتی ہوئی اسی قدر انبیاءؑ کی آمد میں تاخیر ہوئی ہے۔ اور گمراہی اور ضلالت نے جس قدر شدت اختیار کی ہے۔ اسی قدر رسولوں کی آمد کا زمانہ قریب تر ہو گیا ہے۔ انبیاءؑ کی تمام تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ جب کوئی رسول آگیا ہے تو اسکی زیر قیادت کوئی زیادہ عبادت کرنے والا رسول بنا ہے۔ بلکہ تاریخی واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ جب کسی رسول کی تعلیمات کے نقوش مٹنے لگے تو ایسے رسول کی آمد ہوئی ہے۔ جن کا پہلی

شریعت کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں تھا۔ اس لیے یہ نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ انبیاءؑ عبادت اور ریاضت سے نہیں بنتے ہیں۔ بلکہ اللہ سے بنے بنائے آتے ہیں۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے :

"اے آدم کی اولاد ! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے کہ سنائیں تم کو میری آیتیں۔"

یہ آیت اسطرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ بنی آدم کے پاس اللہ کیطرف سے اسطرح رسول آئے گا جس طرح کہ حکومت کی جانب سے کوئی حاکم مقرر ہو کر آتا ہے۔ حق تعالیٰ انبیاءؑ کی تربیت کرتا ہے۔ انبیاء کی تعلیم کا انتظام کرتا ہے۔ انبیاءؑ کے جسمانی تحفظ کی ذمہ داری لیتا ہے۔ انبیاءؑ کے عواطف اور میلان قلبی کی بھی نگہداشت رکھتا ہے۔ نظر ربوبیت شروع ہی سے انبیاء کی ایک الگ نوع پیدا کرتی اور نبوت اور رسالت کیلئے انتخاب فرماتی ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے :

"اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے ان کے ہاتھ میں نہیں ہے پسند کرنا"

انبیاءؑ کے انتخاب کا حق صرف اللہ ہی کو ہے۔ جس کو بھی جس منصب اور جس مرتبہ پر فائز فرمائے۔ اللہ ہی کا اختیار ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو بھی انبیاء کے انتخاب اور اجتبا کا حق نہیں ہے۔ اور نہ کوئی خود اپنی کوشش اور ارادہ سے آسکتا ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے :

"اللہ انتخاب کرتا ہے فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں اللہ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔"

اللہ کی پیغام رسانی کیلئے فرشتہ کا انتخاب بھی اللہ کرتا ہے اور انسان کو بھی اس منصب کے لئے اللہ ہی انتخاب کرتا ہے۔ اللہ ہی ان کے ماضی اور مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے۔ اس لئے اللہ ہی کو حق ہے کہ جس کے احوال اور استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کرے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے :

"اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں بھیجے اپنا پیغام۔"

اللہ ہی کو معلوم ہے کہ رسالت کا محل کونسا ہے۔ اور وہ اپنی پیغامبری کس کو عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون رسالت کا اہل ہے۔ اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکتا ہے۔ اور اللہ کی رسالت کے منصب سے سرفراز کیا جائے۔ اس آیت سے جسطرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رسالت کسبی نہیں ہے بلکہ وھبی ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسالت اور نبوت کا منصب

جن خصوصی علوم اور ملکات پر عنایت ہوتا ہے، ان کا علم بھی اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔ اسلئے ایسے علوم اور ملکات کا انتخاب بھی کوئی دوسرا نہیں کرسکتا اور نہ ایسے علوم اور ملکات کے لئے کوئی درسگاہ تجویز کی جاسکتی ہے — شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ الیواقیت والجواہر ص۲۷-۲۸ ج۲ میں لکھتے ہیں:

"ابن عربیؒ فرماتے ہیں نبوت کسبی نہیں ہے۔ نبوت کو مکتسب سمجھنا وہم اور قصورِ نظر ہے۔ اور فرمایا جس نے نبوت کو مکتسب کہا اس نے خطا کی۔ اس لئے کہ نبوت قطعاً اختصاص الٰہیہ ہے۔ اور جس نے کہا کہ نبوت مکتسب ہے۔ اس نے خیال کیا ہے کہ نبوت اللہ کیطرف سے نہیں ہے۔ بلکہ نبوت ارواح علویہ اور عقل کا فیض ہے"

اور شیخ شعرانیؒ نے اسی کتاب کے ص۱۶۲ ج۱ پر لکھا ہے:

"نبوت کسبی نہیں ہے۔ کہ عبادت اور ریاضت سے حاصل کی جائے۔ جیسا کہ بیوقوفوں کی جماعت نے خیال کیا ہے۔ بلکہ نبوت کا تعلق اللہ کی صفت اصطفا اور اجتبا کے ساتھ ہے۔ مالکیہ وغیرہ حضرات نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے جس نے نبوت کو کسبی کہا"

اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جبکی نبوت کی بحث میں یہ ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ اسکی طبیعت ابتدا سے خلوت اور ریاضت پر مائل تھی یا عبادت کی کثرت اس کا زیادہ شغل تھا۔ اگر یہ درست بھی ہو تو اس کو نبوت کی بنیاد بنانا یا سمجھنا بالکل فضول اور لغو ہے۔ اس لئے کہ وہ نبوت کی بنیاد ہی نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

ص۳۳(?) سے آگے:

زیادہ روادار تھا۔ مگر زنادقہ کے وجود کو بھی برداشت نہیں کرسکا۔ اور مہدی نے اس گمراہ فرقہ کے ساتھ جبر و تشدد کا جو معاملہ کیا تھا وہی مامون نے بھی اس کے ساتھ کیا۔

علماء ربانیین کے دوش بدوش صوفیاء کرام کا بھی ایک گروہ تھا جو سلطنت و حکومت کے ہنگاموں سے الگ غیر مسلموں کو مسلمان اور مسلمانوں کو پختہ تر مسلمان بنانے میں نہایت خاموشی کے ساتھ مصروف تھا۔ یہ حضرات ایک طرف روحانی ریاضتوں اور باطنی اعمال و افعال کے ذریعہ مسلمانوں کا تزکیۂ نفس کرتے تھے۔ اور دوسری جانب ملک ملک کی خاک چھان کر اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان، افریقہ، چین اور جزائر شرق الہند، جاوا، سماٹرا، ملایا، بورنیو، نیوگنی، سلیبیز اور فلپائن ان سب مقامات پر اسلام کی اشاعت بڑی حد تک صوفیاء کرام کی کوششوں کی ہی رہین منت ہے۔ جو محض تبلیغ اسلام کے لئے تن تنہا یا اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت لیکر یہاں آئے

باقی ص۵۵(?) پر